قیام پاکستان سے اب تک اسلامی قانون سازی کے حوالے سے متفرق مکاتبِ فکر کی کاوشوں کا جائزہ

An Analysis of Efforts of Different Religious Schools of Thoughts for Islamic Legislation since Emergence of Pakistan to Till Now

ڈاکٹر عبد الرحمٰن خان
(اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف پونچھ راولاکوٹ آزاد کشمیر)
drabdulrehmank@gmail.com

Abstract

This Article outlines the efforts of different religious schools of thoughts which were very actively involved for Islamic Legislation in Pakistan from emergence of Pakistan to till now. A critical review was undertaken to logically document the available secondary level information on the topic which are given below:

- Approval of the Objectives Resolution in 1949;
- 22 guidelines for an Islamic state presented by 31 religious scholars in 1951;
- Amendments recommended by the same scholars in the constitution committee in 1953;
- 22 economic reforms presented by 118 religious scholars in 1970;
- Overview of efforts by various schools of thought for the refutation (Takfeer) of Qadiani group.
- 19 guidelines for legislation in an Islamic state presented in 1983 by religious scholars of various schools of thought at the forum of the Islamic Ideology Council;
- 17 points presented in 1995 by MilliYakjehti Council;
- Endorsement of the 22 points presented in 1951 and the 15 points containing the interpretation of the former forwarded by scholars of various schools of Fiqh in 2011;
- 18 points presented by 23 scholars and agreed to by MilliMajlisSharee in 2013 for promoting coordination and tolerance between all the Islamic schools of Fiqh. It shows that the differences between these schools of Fiqh existing in Pakistan have never been a hindrance to the Islamization of the constitution and the laws.

These efforts prove that almost all schools of thoughts are agreed for Islamic Legislation unanimously.

Key words: Islamic, Pakistan, Legislation, Council, Scholars

پاکستان میں آئین سازی کے عمل کا آغاز

پاکستان میں آئین سازی کا عمل 10 / اگست 1947ء سے شروع ہوا، جس دن نو منتخب ارکان کا پہلا اجلاس جوگندر ناتھ منڈل کی زیر صدارت کراچی میں ہوا، جس میں قائد اعظم، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر، مسٹر اے کے فضل حق وغیرہ شامل تھے۔ دوسرے ہی دن متفقہ طور پر قائد اعظم کو دستوریہ کا پریزیڈنٹ چنا گیا۔ اس موقع پر قائد اعظم نے اقلیتوں خاص طور پر ہندوؤں کے حقوق کے تحفظ کی مکمل ضمانت دی۔ اور 12 / اگست 1947ء کو اقلیتوں کے حقوق کے لیے ایک کمیٹی قائم کی۔ بالآخر 14 / اگست 1947ء کو یوم آزادی کے موقع پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کراچی میں دستور پاکستان سے خطاب کیا۔[1]

قرار دادِ مقاصد کی منظوری

دستوریہ پاکستان کی اولین ذمہ داریوں میں مملکت کے لیے اسلامی آئین کی تیاری تھا۔ اس حوالے سے دستوریہ کے ارکان میں کوئی اتفاق رائے موجود نہیں تھا۔ اندیشہ تھا کہ اسلامی آئین کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ تو مولانا شبیر احمد عثمانی نے دستوریہ کے اندر کوششیں تیز کیں۔ اور عوامی سطح پر جماعت اسلامی نے بھرپور مہم چلائی۔ اس دباؤ کے نتیجے میں بالآخر حکومت نے قرار داد منظور کرنے کی حامی بھر لی۔ چنانچہ دستوریہ کے قیام کے تقریباً انیس ماہ بعد ۷ / مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار دار مقاصد ایوان میں پیش کی۔ جس پر تقریباً چھ دن کی بحث کے بعد بالآخر 12 / مارچ 1949ء کو قرار دادِ پاکستان منظور کر لیا گیا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان نے 7 / مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی میں قرار داد مقاصد پیش کرتے ہوئے فرمایا:

> "میں اس موقع کو ملک کی زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں، باعتبار اہمیت صرف حصول آزادی ہی اس سے بلند تر ہے کیوں کہ حصول آزادی سے ہی ہمیں اس بات کا موقع ملا کہ ہم ایک مملکت کی تعمیر اور اس کے نظام سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کر سکیں۔ میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے ملت قائد اعظم نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔ پاکستان اس لیے قائم کیا گیا کہ بر صغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہوہ دنیا پر عملاً واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آج جو حیات انسانی کو طرح طرح کی بیماریاں لگ گئی ہیں ان سب کے لیے اسلام اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ برائیوں کا اصل سبب یہ ہے کہ انسان اپنی مادی ترقی کے ساتھ روحانیت کی طرف قدم نہ بڑھا سکا اور انسانی دماغ نے سائنسی ایجادات کی شکل میں جو جن اپنے اوپر مستولی کر لیا ہے۔ اب اس سے نا صرف انسانی معاشرہ کے سارے نظام اور اس کے مادی ماحول کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے بلکہ اس مسکن خاکی کے بھی تباہ ہونے کا اندیشہ ہے جس پر انسان آباد ہے۔ یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر انسان نے زندگی کی روحانی قدروں کو نظر انداز نہ کیا ہوتا اور اگر خدا کی نسبت اس کا اعتقاد کمزور نہ ہوا ہوتا تو اس سائنسی ترقی سے خود اس کی ہستی خطرہ میں نہ پڑتی، محض وجود باری تعالیٰ کا احساس ہی انسانیت کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔ جس کی منشاء یہ ہے کہ انسان کو جو قوتیں حاصل ہیں سب کو ایسے اخلاقی سیاروں کے مطابق استعمال کرنا لازمی ہے جو وحی سے فیضیاب ہونے والے ان معلموں نے معین کر دیے ہیں جنہیں ہم مختلف مذاہب

کے جلیل القدر پیغمبر سمجھتے ہیں، ہم پاکستانی ہوتے ہوئے اس بات پر شرمندہ نہیں ہیں کہ ہماری غالب اکثریت مسلمان ہے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم ایمان اور نصب العین پر قائم رہ کر ہی دنیا کے فوز و فلاح میں حقیقی اضافہ کر سکتے ہیں"۔ [2]

وزیر اعظم کی یہ تقریر واقعی بہت پر مغز اور جلی حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ قرار داد مقاصد کو پیش کرنے اور اس کے اغراض و مقاصد کا بیان موصوف کی دین داری اور نظریہ پاکستان سے والہانہ محبت کا اظہار ہے۔ 9/مارچ 1949ء کو قرار دد مقاصد کی تائید میں مجلس دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> "یہ نظریہ کہ دین و مذہب کا تعلق انسان اور اس کے مالک سے ہے بندوں کے باہمی معاملات سے اسے کچھ سروکار نہیں نہ سیاست میں اس کا کوئی دخل ہے، اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کیا، ممکن ہے دوسرے مذاہب جو آج کل دنیا میں موجود ہیں ان کے نزدیک یہ نظریہ درست ہو وہ خود کسی جامع اور حاوی نظام حیات سے تہی دامن ہوں۔ مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ایسے تصور کی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس کی تمام تر تعلیمات اس باطل تصور کی دشمن ہیں۔ قائد اعظم نے اگست 1944ء میں گاندھی جی کے نام جو خط لکھا تھا اس میں لکھتے ہیں:" قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے، اس میں مذہبی اور مجلس، دیوانی و فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لیکر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیاوی زندگی میں جزاو سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاو سزا تک، ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں"۔ " ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی اور معاشرتی، تاریخی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور و خوض مطالعہ کرے تا کہ یہ انفرادی و اجتماعی ہدایات کا باعث ہو" قائد اعظم نے ان خیالات، عزائم کا بار بار اظہار کیا ہے۔ کیا ایسی واضح اور مکرر تصریحات کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ سیاست و حکومت، مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی"۔ [3]

مولانا شبیر احمد عثمانی نے مزید فرمایا کہ پاکستان کے متفرق مکاتب فکر کے مابین اسلامی دستور سازی کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں، اور تمام مکاتب فکر اس مملکت میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے متفق ہیں[4] قرار داد مقاصد کے اصل محرک بلاشبہ مولانا شبیر احمد عثمانی تھے۔ ان کی انتھک جدوجہد شامل نہ ہوتی تو کہا جا سکتا ہے کہ قراردادِ مقاصد کی منظوری شاید ممکن نہ ہوتی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس طرح اسلامی نظام کی اہمیت اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کی وہ قابلِ داد ہے۔ قراردادِ پاکستان کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا اور یہ کہ منتخب نمائندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات کو اس کی حدود کے اندر بطور نائب استعمال کریں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۚ أَمَرَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُۚ"[5]

ترجمہ: حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

قرارداد میں اس بات کا بھی عہد کیا گیا کہ اس مملکت کے رہنے والے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی و اجتماعی زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزار سکیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> "ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ أَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُواْ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَنَهَوۡاْ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلۡأُمُورِ"[6]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

اسی طرح اس قرار داد میں اقلیتوں کے حقوق کی مکمل ضمانت دی گئی کہ وہ اپنی مذہبی روایات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ یہ قرارداد 1956ء، 1962ء، 1973ء کے دساتیر میں بطور دیباچہ شامل کی گئی۔ بعد ازاں ضیاء الحق کے دور میں اس کو باقاعدہ طور پر دستور کے قابل عمل حصے میں شامل کیا گیا۔

22 متفقہ اسلامی مملکت کے رہنما اصول

قرار داد مقاصد کی منظوری کے بعد بھی عملاً دستور سازی کے کام میں سست روی رہی۔ اور مختلف حلقوں کی طرف سے یہ باتیں سامنے آتی رہیں کہ پاکستان کے متفرق مکاتب فکر دستور سازی کے بنیادی اصولوں اور تفصیلات میں متفق ہی نہیں، تو دستور کو اسلامی کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ بلا شبہ یہ محض ایک بہانہ اور اسلامی دستور سازی سے راہِ فرار تھا۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نازک موقع پر مولانا احتشام لحق تھانوی نے اسلامی فرقوں کے معتمد علیہ علما کو 21، 22، 23 جنوری 1951ء کو کراچی میں جمع کیا اور مولانا سید سلیمان ندوی کی صدارت میں تین دن مسلسل اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اسلامی فرقوں کے معتمد علیہ 31 علما نے اسلامی دستور سازی کے لیے حکومت کو 22 متفقہ نکات بعنوان "اسلامی مملکت کے بنیادی اصول" پیش کیے۔ جس کے مطابق دستور پاکستان کو مدون کیا جاتا۔ ان نکات میں بھی قراردادِ مقاصد کی طرح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔ مزید یہ کہ مملکت خداداد پاکستان میں قانون سازی قرآن سنت کے مطابق ہو گی۔ اور اگر کوئی قانون قرآن سنت کے خلاف ہے تو اسے قرآن سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ اور غیر شرعی قوانین منسوخ کیے جائیں گے۔ مملکت کی بنیادیں اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوں گی، نسلی، لسانی ہر طرح کے تعصبات کو ختم کیا جائے گا۔ مملکت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کرے گی، اور اسلامی فرقوں کو اپنے مذہب کے مطابق تعلیم کے مناسبطا مات بھی کرے گی۔ اسلامی ممالک کے مابین تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔ عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہو گی۔ مسلمہ اسلامی فرقوں کو قانون کے دائرے میں مکمل آزادی ہو گی اور ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے فقہی مذہب کے مطابق انہی کے مسلک کے قاضی کریں گے۔ مملکت کا سربراہ مسلمان ہو گا۔ عدلیہ کو آزاد اور خود مختار ادارہ بنایا جائے گا۔ اسلامی تعلیمات کے منافی افکار و نظریات کی اشاعت پر پابندی ہو گی۔[7]

دستور میں علما کی ترمیمات و اصلاحات

اس اجتماع میں یہ بھی طے کیا کہ انہی اصولوں کی روشنی میں دستور کا ایک جامع خاکہ مرتب کرنے کے لیے اجلاس میں شریک علماء اپنی اپنی تجاویز مولانا احتشام الحق تھانوی کو بھیجیں گے تا کہ دوبارہ اجتماع کے موقع پر ان تجاویز پر غور وخوض کے بعد دستوری خاکہ مرتب کیا جائے۔ لیکن بعد میں یہ طے کیا کہ جب مجلس دستور ساز کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کرے تو اسی وقت اس اجتماع کا دوبارہ انعقاد کیا جائے تا کہ اس رپورٹ کی روشنی میں اصلاحات و ترمیمات مجلس دستور ساز کو دی جائیں۔ چنانچہ جب 22/ دسمبر 1952ء کو کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ تو انہی علما کا اجتماع دوبارہ کراچی میں ۱۱/ جنوری 1953ء تا 18/ جنوری 1953ء منعقد ہوا۔ ان نو دنوں میں مسلسل نو اجلاس ہوئے۔ جس میں 33 علماء نے متفقہ طور پر کمیٹی کی رپورٹ پر اپنی اصلاحات و ترمیمات حکومت کو پیش کیں۔[8]

ان اصلاحات و ترمیمات میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1. مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور ملک کے نظام تعلیم میں ایسی اصلاحات کی جائیں جن سے مسلمان اپنی زندگی کو قرآن مجید اور سنت رسول کے مطابق ڈھالنے کے قابل ہو سکیں۔
2. ہر قسم کی مسکرات، جوئے اور عصمت فروشی کا تاریخ نفاذ دستور سے زیادہ سے زیادہ تین سال کے اندر قانون سازی کے ذریعہ مکمل انسداد کیا جائے۔
3. موجودہ قوانین کو پانچ سال کے اندر کتاب و سنت کے مطابق تبدیل کر دینے کا مناسب انتظام کیا جائے۔
4. قرآن پاک اور سنت کے وہ احکام جو قانونی صورت میں نافذ کیے جاسکتے ہیں ان کی تدوین و تنفیذ کے لیے مناسب کارروائی کی جائے البتہ کوئی قانون جو مسلمانوں کے شخصی معاملات سے متعلق ہو اسے ہر فرقے کے لیے کتاب و سنت کے اسی مفہوم کی روشنی میں کیا جائے گا جو اس کے نزدیک مستند ہو اور کوئی فرقہ دوسرے فرقے کی تعمیل کا پابند نہ ہو گا نہ کوئی قانون ایسا بنایا جائے گا جس سے کسی فرقے کے مراسم و فرائض مذہبی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو۔
5. مملکت کی کوشش ہونی چاہیے کہ بلا امتیاز مذہب و ملت پاکستان تمام شہریوں کے لیے کھانے کپڑے مکان تعلیم اور طبی امداد جیسی بنیادی ضروریات زندگی کا کام کرے خصوصاً ان کے لیے جو بیروزگاری کمزوری بیماری یا ایسی ہی کسی دوسری وجہ سے عارضی یا مستقل طور پر اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہوں۔
6. مملکت کی معاشی پالیسی اسلام کے اصول عدل عمرانی پر مبنی ہونی چاہیے اور بلا امتیاز مذہب نسل یا رنگ عوام کی ہر قسم کی بہبودی کا انتظام کیا جائے۔
7. مزدوروں اور کسانوں کے حقوق اور معاوضوں کا ایسا منصفانہ معیار مقرر کیا جائے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہیں اور ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

8. مملکت کے لیے لازم ہونا چاہیے کہ وہ پاکستانی مسلمانوں میں سے جغرافیائی قبائلی نسلی اور لسانی اور اسی قسم کے دوسرے غیر اسلامی جذبات دور کرنے اور ان میں یہ جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ وہ ملت اسلامیہ کی سالمیت وحدت و استحکام اور اس طرز فکر کے لوازمات اور اس مقصد کو سب سے مقدم رکھیں جس کی تکمیل کے لیے پاکستان قائم ہوا ہے۔

9. اسلامی علوم و ثقافت کے فروغ کا موثر انتظام کیا جائے۔

10. تمام سرکاری ملازمتوں کی ٹریننگ میں خواہ وہ فوجی ہوں یا سول مسلمانوں کے لیے دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا جائے تاکہ ریاست پاکستان کے ملازمین کا اخلاقی معیار بھی معیار قابلیت کی طرح بلند ہو۔

11. مسلمان ملازمین حکومت کو فرائض دینی کی پابندی اور شعائر اسلام کے التزام میں پوری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

12. دہریت و الحاد کی تبلیغ اور قرآن و سنت کی توہین و استہزا کا بذریعہ قانون سازی انسداد کیا جائے۔

13. (کوئی قانون سازی قرآن اور سنت کے خلاف نہ ہوگی) اور مملکت کے قوانین کے ماخذ اساسی (چیف سورس) قرآن و سنت ہوں گے۔

14. ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزا انتظامی متصور ہونگے ان کی حیثیت نسلی لسانی یا قبائلی علاقہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع اختیارات سپرد کیے جائیں گے۔ اور ولایات مملکت کو مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

15. سپریم کورٹ کو فوجی عدالتوں کی طرف سے کسی فیصلے کے خلاف بھی اپیل سننے کا اختیار دیا جائے۔

16. امیر مملکت، حاکمان ولایات اور عمال حکومت کے لیے یہ ممنوع ہونا چاہیے کہ وہ انتخابات میں کسی شخص یا پارٹی کے خلاف یا موافق رائے عامہ کو متاثر کرنے کی کوشش کرے۔

17. مجالس قانون ساز کے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف جو دستوری اعتراضات یا تعبیر دستور کے مسائل پیدا ہوں ان کا فیصلہ کرنے کے لیے سپریم کورٹ میں پانچ علماء مقرر کیے جائیں گے جو سپریم کورٹ کے کسی ایسے جج کے ساتھ جسے امیر مملکت تدوین و تقویٰ اور واقفیت علوم و قوانین اسلامی کے پیش نظر اس مقصد کے لیے نامزد کرے گا مل کر اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ قانون کتاب و سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔۔۔ ان علماء کا تقرر اسی طریقے سے ہوگا جو سپریم کورٹ کے ججوں کے لیے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات میں تجویز کیا گیا ہے۔ اس منصب کے لیے صرف ایسے ہی علما اہل ہوں گے جو:

الف کسی دینی ادارے میں کم از کم دس سال تک مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہوں یا

ب کسی علاقے میں کم از کم دس سال تک مرجع فتویٰ رہے ہوں یا

ج کسی باقاعدہ محکمہ قضاء شرع میں کم از کم دس سال تک قاضی کی حیثیت سے کام کر چکے ہوں یا

د کسی دینی درسگاہ میں کم از کم دس سال تک تفسیر، حدیث یا فقہ کا درس دیتے رہے ہوں۔

18. ان عالم دین ججوں کے لیے جملہ ضوابط وہی ہوں گے جو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات میں دوسرے ججوں کے متعلق تجویز کیے گیے ہیں۔

19. مملکت کا نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ہونا چاہیے۔

20. قادیانی کی تشریح یوں کی جائے۔ قادیانی سے مراد وہ شخص ہو گا جو مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مذہبی پیشوا مانتا ہو۔[9]

پاکستان کے متفرق مکاتب فکر کی جانب سے ہر نازک مرحلے پر کامل اتحاد کا مظاہر کرتے ہوئے مخالفین کی سازشوں کو ناکام بنایا۔ متفرق اوقات میں حکومت کو قانون سازی کے لیے مشترکہ لائحہ عمل پیش کیا۔ 1970ء میں بھی متفرق مکاتبِ فکر کی جانب سے اسلام کے معاشی نظام کے نفاذ کے لیے 22 متفقہ نکات پیش کیے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

22 نکاتی معاشی اصلاحات

1970 میں مختلف مکاتب فکر کے 18 علماء کی طرف سے متفقہ طور پر سوشلزم کو کفر قرار دیا گیا۔ چنانچہ کفر کا فتویٰ شائع ہوتے ہی مختلف طبقات کی طرف سے اس پر سخت ردِ عمل سامنے آیا اس میں خاص طور پر سوشلسٹ اور نیشنلسٹ حضرات پیش پیش تھے[10]۔ اس دوران یہ سوال بھی ابھر کر سامنے آیا کہ جب سوشلزم کفر ہے تو اسلام میں معاشیات کے وہ کون سے اصول ہیں جن کے مطابق دورِ حاضر میں معیشت کو پروان چڑھایا جا سکے۔ چنانچہ علمائے کرام نے 1970ء میں اس موقع پر بھی 22 نکات پر مشتمل معاشی اصلاحات کا خاکہ تیار کر کے پیش کیا۔ جس میں مختلف مکاتب فکر کے 18 علما کے دستخط ثبت ہیں۔[11]

ان نکات کے مطابق حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ سود کو فی الفور ختم کیا جائے اور ارتکاز دولت کی تمام صورتوں پر پابندی عائد کی جائے۔ معیشت میں سرمایہ داروں، صنعتکاروں کی اجارہ داری کو ختم کیا جائے۔ مزدور پیشہ افراد کو معقول معاوضہ دیا جائے تاکہ وہ اپنی بنیادی ضروریات احسن طریقے سے پوری کر سکیں۔ کسانوں کی اجرت کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں حکومت، کسانوں اور ذمہ داروں کو نمائندگی دے۔ ایسی زمینیں جو غیر آباد ہیں ان سے متعلق یہ اصول بنایا جائے کہ جو انہیں آباد کریں انہیں مالکانہ حقوق حاصل ہوں۔ زمینوں کے رہن میں سودی طریقوں کو ممنوع قرار دیا جائے۔ جائیداد کی منتقلی کے طریقوں کو آسان بنایا جائے۔ زکوٰۃ کے لیے باقاعدہ شعبہ بنایا جائے۔ بے روزگار افراد کو روزگار کی فراہمی تک ان کی بنیادی ضروریات کے لیے الاؤنس دیا جائے۔ اور ان کی بنیادی ضروریات مثلاً رہائش کا انتظام کیا جائے۔ معاشرے سے قومی دولت کو اسراف و تبذیر سے پاک کیا جائے۔[12]

قادیانی گروہ کی تکفیر میں متفرق مکاتب فکر کی مشترکہ کاوشیں

پاکستان کے متفرق مکاتب فکر کی جانب سے متفقہ طور پر قادیانی گروہ (جو مختلف تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے اس چیز کا دعوے دار ہے کہ آپ ﷺ کے بعد بھی اس دنیا میں نبوت اور وحی کا دروازہ کھلا ہے، اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور حامل وحی مانتا ہے) کی تکفیر کی کامیاب تحریک بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی اسلامی قانون سازی کے بارے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔

متفرق مکاتب فکر کی جانب سے مشترکہ طور پر قادیانی گروہ کی تکفیر کی جدوجہد کی تاریخ کافی طویل ہے جس کا مطالعہ اس موضوع پر لکھی جانے والی بیش بہا کتب سے کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس وقت ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی آف پاکستان کی روداد ہے جس میں بالآخر قادیانی گروہ کو کافر قرار دیا گیا۔ اور آئین پاکستان کی دفعہ 260(3) الف، ب میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف متعین کی

گئی، تاکہ مملکت خداداد پاکستان میں کوئی بھی غیر اسلامی گروہ خود پر اسلام کا لیبل لگا کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کر سکے، اور عوام با آسانی اپنے دین کو پہچان کر اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

30/جون1974ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے وزیر اعظم (ذوالفقار علی بھٹو) کے 13/جون کو قوم سے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے ختم نبوت کے موضوع کو قومی اسمبلی کی بحث میں شامل کیا۔[13]

ختم نبوت کے موضوع پر غور کے لیے اسپیکر نے اسمبلی ممبران کے سامنے یہ بات رکھی کہ پاکستان میں اس شخص کا کیا اسٹیٹس ہو گا جو محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر کامل یقین نہیں رکھتا۔ تو وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے قرارداد پیش کی، جس میں ایک اسپیشل کمیٹی تشکیل دینے کی سفارش کی جو ختم نبوت پر کامل ایمان نہ رکھنے والے شخص کے اسٹیٹس کا تعین کرے۔ اس حوالے کمیٹی تجاویز، قرادیں معین دورانیے میں پیش کرے۔[14]

اسی اجلاس میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے بھی قرارداد پیش کی جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. مرزا غلام احمد جن کا تعلق قادیان سے ہے، نے آخری نبی محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی قرآنی آیات اور جہاد کی تکذیب لازم آتی ہے۔
2. مزید یہ کہ وہ اسلام مخالف طاقتوں کی پیداوار ہے جن کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا ہے۔
3. جو آدمی مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرے یا اسے اپنا مذہبی قائد تسلیم کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
4. یہ گروہ اسلامی فرقہ بن کر بیرونی اور اندرونی طور پر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔
5. ورلڈ اسلامک آرگنائزیشن کے منعقدہ اجلاس بمقام مکۃ المکرمہ بتاریخ 6تا10 /اپریل1974ء کے اجلاس میں، جس میں پوری دنیا کے ایک سو چالیس تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، نے قادنیوں کو اسلام اور مسلم امہ کے خلاف تخریبی تحریک قرار دیا۔
6. لہذا یہ اسمبلی مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو (چاہے وہ کسی بھی نام سے ہوں) سرکاری بل کے ذریعے غیر مسلم قرار دے اور اس مقصد کے لیے آئین میں ضروری ترمیم کی جائے۔

اس قرارداد پر 22ارکان اسمبلی کے دستخط موجود تھے جن میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، مولوی مفتی محمود، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، پروفیسر غفور احمد، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، چوہدری ظہور الٰہی، سردار شیر باز خان مزاری، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا صدر الشہید، صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری، جناب محمود اعظم فاروقی، مولانا نعمت اللہ صاحب، جناب عمرہ خان، جناب غلام فاورقی، سردار مولا بخش سومرو، جناب رئیس عطا محمد، مخدوم نور محمد ہاشمی، سردار شوکت حیات خان، میر علی احمد تالپور، جناب عبدالحمید جتوئی اور راؤ خورشید علی خان شامل ہیں۔[15]

ان ناموں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی قانون سازی کے لیے نہ صرف متفرق مکاتب فکر متفق ہیں بلکہ سیاسی قائدین میں سے بھی جو دینی ذہن رکھتے ہیں وہ باہم مل کر اس کے لیے کوشاں ہیں۔

ختم نبوت کے مسئلہ پر غور وخوض کے لیے دو مہینے کا وقت مختص کیا گیا تھا، اس دوران فریق مخالف کو اپنی صفائی کو پورا موقع دیا گیا جمعہ 23/اگست 1974 کے اجلاس میں مرزا ناصر احمد (گواہ سربراہ جماعت احمدیہ، ربوہ) کو اسمبلی اجلاس میں بلا کر اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔ ان کی گفتگو پر ارکان اسمبلی نے جرح بھی کی۔ اس دن جرح کرنے والوں میں جناب یحیی بختیار صاحب کا نام نمایاں ہے جن کے ساتھ مرزا ناصر احمد کے سوال جواب ہوئے۔[16] اسی طرح اگلے دن اجلاس میں مرزا ناصر احمد سے جناب یحیی بختیار صاحب اور مولانا محمد ظفر احمد انصاری صاحب نے تفصیلی مباحثہ کیا[17]۔

بالآخر 7/ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی کے خصوصی اجلاس بعنوان قادیانی ایشو پر وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے قرارداد پیش کی جس میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اسمبلی ہاؤس کی خصوصی کمیٹی نے قرارداد میں سفارش کی کہ اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں غور وخوض اور منظوری کے لیے بھیجا جائے۔

اس قرارداد کے مطابق آئین پاکستان میں درج ذیل ترامیم کی جائیں:

آرٹیکل 106(3) میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں) کا حوالہ ذکر کیا جائے۔ اور آرٹیکل 260 میں غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ اس قرارداد کو پیش کرنے والوں میں عبدالحفیظ پیرزادہ، مولوی مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، پروفیسر غفور احمد، جناب غلام فاروقی، جناب ظہور الٰہی اور سردار مولا بخش سومرو شامل ہیں۔[18]

آرٹیکل 260 میں مسلم وغیر مسلم کی تعریفیں باب چہارم میں اسلامی دفعات کے تجزیے کے ضمن میں لکھی گئی ہیں۔ بہر حال کافی طویل جدوجہد، جس میں قومی اسمبلی کے اراکین کی کاوشوں کے ساتھ ساتھ اسلامی ذہن رکھنے والے قانون دان طبقہ نے عدالتوں میں قانونی کارروائی کے ذریعے بھی جدوجہد جاری رکھی، لیکن ان سب سے بڑھ کر حکومتی طبقہ کی روایتی ٹال مٹول اور مصلحت پسندی کے بہانے تاخیری حربوں کے مقابلے میں ان ہی مختلف مکاتب فکر کے عوام کی مشترکہ کاوشیں، اور وہ متفقہ علمی تحریکیں تھیں جنہوں نے اس معاملے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، اور ہر قسم کے شیعہ سنی تفرقہ کو نظر انداز کر کے یک جان ویک قالب ہو کر اسلامی قانون دان طبقہ اور ممبران اسمبلی کی پشت پناہی جاری رکھی۔ بلاشبہ یہ تحریک ختم نبوت ہمارے اس آرٹیکل کے مکمل مدعا کا ایک بڑا عملی وتاریخی ثبوت ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے 19 متفقہ رہنما اصول

1983ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے حکومت کو متفقہ طور پر اسلامی نظام حکومت کے بارے میں دستوری سازی کے لیے انیس رہنما اصول پیش کیے جن کے مطابق دستورِ پاکستان کو مرتب کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان میں پاکستان کے متفرق مکاتب فکر کے علما شامل تھے جنہیں حکومت خود نامزد کرتی ہے۔ ان رہنما اصول کے مطابق مسلمانوں کو ایک امت قرار دیا گیا۔ قانون سازی کے لیے قرآن سنت کو بنیاد قرار دیا گیا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو حکومت کے لیے فرض عین قرار دیا گیا۔ مزید طے کیا گیا کہ عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دینی تعلیم کو نصابِ تعلیم کے ہر مرحلے کے لیے لازم قرار دیا۔ اسلامی معاشرت کو فروغ دیا جائے گا۔ غیر اسلامی معاشرتی اقدار پر پابندی ہو گی۔ عوام کی جان، مال، عزت

کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ معاشی نظام کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فروغ دیا جائے گا۔ ناجائز کاروبار، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری پر پابندی ہوگی۔ مالیات کو سود سے پاک کیا جائے گا۔[19]

درجہ بالا رہنما اصول پیش کرنے والے اسلام نظریاتی کونسل کے اراکین میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن (چیئرمین کونسل) مولانا ظفر احمد انصاری (رکن)، شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ (رکن)، ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا (رکن)، عبدالمالک عرفی ایڈووکیٹ (رکن)، علامہ سید محمود احمد رضوی (رکن)، ڈاکٹر مسز سعدیہ خاور خان چشتی (رکن)، ڈاکٹر سید شرافت علی ہاشمی (رکن) مولانا سید سیاح الدین کاکاخیل (رکن) ، مولانا منتخب الحق قادری (رکن)، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (رکن) مولانا محمد عبیداللہ (رکن)، مولانا محمد عطاءاللہ حنیف (رکن)، قاضی محمد سعد اللہ حسنی (رکن) اور علامہ طالب جوہری (رکن) شامل ہیں۔[20]

ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے متفقہ 17 نکات

23/اپریل 1995ء کو ملی یکجہتی کونسل کی جانب سے پاکستان کے تمام دینی مسالک کے سرکردہ علما کو جمع کیا گیا اور غور وخوض کے بعد ساری دینی جماعتوں کے لیے ۱۷ نکاتی ضابطہ اخلاق تیار کیا گیا۔

ملی یکجہتی کونسل کا 17 نکات پر مشتمل ضابطہ اخلاق مندرجہ ذیل ہے:

1. اختلافات اور بگاڑ کو دور کرنے کے لئے اہم ضرورت یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر نظم مملکت اور نفاذ شریعت کے لئے ایک بنیاد پر متفق ہوں، چنانچہ اس مقصدکیلیے ہم 31 سرکردہ علما کے 22 نکات کو بنیاد بنانے پر متفق ہیں۔
2. ہم ملک میں مذہب کے نام پر دہشت گردی اور قتل وغارت گری کو اسلام کیخلاف سمجھتے ہیں، اس کی پُرزور مذمت کرنے اور اس سے اظہار برأت کرنے پر متفق ہیں۔
3. کسی بھی اسلامی فرقہ کو کافر اور اس کے افراد کو واجب القتل قرار دینا غیر اسلامی اور قابل نفرت فعل ہے۔
4. اہل بیت اطہرؓ، امام مہدیؓ، عظمت ازواج مطہراتؓ، عظمت صحابہ کرامؓ اور نبی کریم ﷺ کی عظمت و حرمت ہمارے ایمان کی بنیاد اور جز ہے اور آنحضور ﷺ کی کسی طرح کی توہین کے مرتکب فرد کے شرعاً، قانوناً موت کی سزا کا مستحق ہونے پر ہم متفق ہیں، اس لیے توہین رسالت ﷺ کے ملکی قانون میں ہر ترمیم کو مسترد کردیں گے اور متحد و متفق ہو کر اس کی مخالفت کریں گے۔
5. ایسی ہر تقریر و تحریر سے گریز و اجتناب کیا جائے گا جو کسی بھی مکتب فکر کی دل آزاری اور اشتعال کا باعث بن سکتی ہے۔
6. شر انگیز اور دل آزار کتابوں، پمفلٹس اور تحریروں کی اشاعت، تقسیم و ترسیل نہیں کی جائے گی۔
7. اشتعال انگیز اور نفرت انگیز مواد پر مبنی کیسٹوں پر مکمل پابندی ہوگی اور ایسی کیسٹس چلانے والا قابل سزا ہوگا۔
8. دل آزار، نفرت آمیز اور اشتعال انگیز نعروں سے مکمل احتراز کیا جائے گا۔
9. دیواروں، ریل گاڑیوں، بسوں اور دیگر مقامات پر دل آزار نعرے اور عبارتیں لکھنے پر مکمل پابندی ہوگی۔
10. تمام مسالک کے اکابرین کا احترام کیا جائے گا۔

11. تمام مکاتب فکر کے مقاماتِ مقدسہ اور عبادت گاہوں کا احترام و تحفظ کو یقینی بنایا جائیگا۔
12. جلسوں، جلوسوں، مساجد اور عبادت گاہوں میں اسلحہ خصوصاً غیر قانونی اسلحے کی نمائش نہیں ہو گی۔
13. عوامی اجتماعات اور جمعے کے خطبات میں ایسی تقریریں کی جائیں گی جن سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا کرنے میں مدد ملے۔
14. عوامی سطح پر ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں گے جن سے تمام مکاتب فکر کے علماء بیک وقت خطاب کر کے ملی یکجہتی کا عملی مظاہرہ کریں گے۔
15. تمام مکاتبِ فکر کے متفقات اور مشترکہ عقائد و نکات کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔
16. باہمی تنازعات کو افہام و تفہیم اور تحمل و رواداری کی بنیاد پر طے کیا جائے گا۔
17. اس ضابطہ اخلاق کے عملی نفاذ کے لئے ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ تشکیل دیا جائے گا جو اس ضابطے کی خلاف ورزی کی شکایات کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ صادر کرے گا اور خلاف ورزی کے مرتکب کے خلاف کارروائی کی سفارش کرے گا۔[21]

درجہ بالا ضابطہ اخلاق پر تمام دینی جماعتوں کے 31 سر کردہ علماء نے دستخط کیے۔ جن میں خاص طور پر علامہ شاہ احمد نورانی (مرحوم) سربراہ جمعیت علمائے پاکستان، مولانا سمیع الحق امیر جمعیت علمائے اسلام (س) ، قاضی حسین احمد (مرحوم) امیر جماعت اسلامی پاکستان، مولانا فضل الرحمٰن امیر جمعیت علمائے اسلام (ف)، علامہ ساجد علی نقوی سربراہ تحریک فقہ جعفریہ پاکستان، مولانا محمد ضیاء القاسمی (مرحوم) چیئرمین سپریم کونسل سپاہِ صحابہ پاکستان اور مرید عباس یزدانی (مرحوم) سربراہ سپاہ محمد پاکستان شامل ہیں۔

ملی یکجہتی کونسل کی جانب سے مندرجہ بالا ضابطہ اخلاق پر متفق ہونا بلاشبہ اہم کارنامہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ اس ضابطہ اخلاق میں ان جماعتوں کے قائدین کے بھی دستخط ہیں، جن کی وجہ سے پاکستان میں فرقہ ورانہ دہشت گردی و قتل وغارت کے واقعات نے پاکستان کو اندرونی طور پر انتہائی کھوکھلا کر دیا اور سازشی عناصر اس میں جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت ان نکات کو بنیاد بنا کر پاکستان کی دینی جماعتوں کے لیے ضابطہ اخلاق مقرر کرتی۔ اور اس پر سختی سے عمل درآمد کرواتی۔ لیکن اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔

ملی مجلس شرعی کی طرف سے 15 متفقہ رہنما اصول

2011ء میں 'ملی مجلس شرعی' کی جانب سے 24/ ستمبر 2011ء کو لاہور میں 'اتحاد امت کانفرنس' میں پاکستان کے تمام دینی مکاتب فکر کی جانب سے اعلامیہ جاری کیا گیا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد مسلمانوں کا آزادانہ طور پر اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ لہذا اس مقصد کے لیے حکومت 1951ء میں 31 معتمد علیہ علماء کی طرف سے پیش کیے گئے بنیادی اصولوں کے مطابق قانون سازی کرے اور ان پر پوری طرح سے عمل کروائے۔ حکومتی تساہل کی وجہ سے پاکستان کے شمال مغربی سرحدی قبائلی علاقوں میں بعض عناصر کی طرف سے مسلح جدوجہد اور حکومتی رٹ کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ اس صورت حال کا تقاضا تھا کہ متفرق مکاتب فکر مل بیٹھ کر اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے غور و خوض کرتے۔ اسی مقصد کے لیے اس اجتماع نے سب سے پہلے تو 1951 میں مرتب

کیے گئے 22 نکات کی توثیق کی۔ اور انہی کی تفریع و تشریح پر مشتمل مزید 15 نکات متفقہ طور پر ۵۷ علما کی تائید سے حکومت کو قانون سازی کے حوالے سے پیش کیے۔ ان نکات میں بیان کیا گیا کہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ فرد اور معاشرہ اور ریاست کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد پر امن ہونی چاہیے۔ دستور کے قابل عمل حصے میں واضح لکھا جائے کہ قرآن سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی نیز قرآن و سنت سے متصادم احکام منسوخ ہوں گے۔ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ کو مؤثر بنایا جائے اور اس کے ججوں کو بھی دیگر عدالتی ججوں کی شرائط کے مطابق کیا جائے۔ اور وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ سے مستثنی قوانین کو اس کے دائرہ میں شامل کیا جائے۔ عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہو گی۔ معاشی تفاوت کو ختم کیا جائے۔ نیز لسانی، نسلی امتیازات کو ختم کیا جائے۔ نظام تعلیم نظریہ پاکستان کے مطابق مرتب کیا جائے۔ مخلوط نظام تعلیم کو ختم کیا جائے۔ عصری و دینی تعلیمی اداروں میں امتیازات کو ختم کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کو تعلیمات اسلامیہ کا پابند کیا جائے۔ عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے۔ دفاعی اداروں میں نظریاتی تعلیم کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ حکومت کی سرپرستی میں نیکیوں کے فروغ اور منکرات سے اجتناب کے لیے با قاعدہ ادارہ تشکیل دیا جائے۔[22]

درجہ بالا ملی یکجہتی کونسل کی جانب سے پیش کیے گئے ۱۵ نکات دراصل ملی یکجہتی کونسل کی جانب سے پیش کیے گئے ۱۷ نکات ہی سے ماخوذ ہیں۔ ان 15 نکات میں سے نکتہ تین بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں بتایا گیا:

> یہ کہ پاکستان میں شریعت کا نفاذ پر امن جدوجہد کے ذریعے ہونا چاہیے کیوں کہ یہی اسلامی تعلیمات اور دستورِ پاکستان کا مشترکہ تقاضا ہے اور عملاً بھی کے اس کے امکانات موجود ہیں۔ نیز شریعت کا نفاذ سارے دینی مکاتبِ فکر کی طرف سے منظور شدہ متفقہ رہنما اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے (یہ 15 نکات اس قرارداد کا حصہ ہیں) اور کسی گروہ یا جماعت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی کا اسلام معاشرے پر قوت سے ٹھونس دے۔

جیسا کہ دستورِ پاکستان کے بنیادی حقوق کے باب میں مملکت کے شہریوں کو انجمن سازی اور تحریر و تقریر کی آزادی دی جاتی ہے۔ لیکن یہ آزادی دینِ اسلام اور ملکی قانون کے تابع دی گئی ہے۔ جس میں اسلحہ اور مسلح جدوجہد کی ممانعت ہے۔ اس لیے پاکستان میں نفاذِ اسلام کی کسی ایسی جدوجہد کی حمایت نہیں کی جاسکتی جو ملکی قوانین کے برخلاف ہو۔ ملکی و بین الاقوامی قوانین کے تحت افراد یا جماعتیں پر امن ملکی قوانین کے تحت احتجاج، تحریر و تقاریر کے ذریعے سے اپنے مطالبات منظور کرا سکتی ہیں انہی حدود میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد مملکتِ پاکستان کے پیرائے میں پائیدار اور قابل عمل معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے برخلاف کرنے کے نتائج آج تک کی تاریخ میں نقصان دہ رہے ہیں۔ درجہ بالا پندرہ نکات کی تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ کی جائے۔

دینی مسالک میں تقارب اور رواداری کا فروغ کے لیے 23 علما کے 18 نکات

ملی مجلس شرعی کے زیر اہتمام 8 جولائی 2013ء کو تمام دینی مسالک کے علما کرام کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں "دینی مسالک میں تقارب اور رواداری کا فروغ" کے حوالے سے 23 علما نے متفقہ طور پر 18 نکات پیش کیے۔ ان میں پہلا نکتہ یہ تھا کہ آپس کے اختلافات میں شدت پسندی کو ختم کیا جائے۔ اس غرض کے لیے علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی تحریروں، مباحثوں اور تقریروں سے اجتناب کریں جس میں اپنے مسلک کو صحیح اور دوسرے کے مسلک کو غلط ثابت کیا جائے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلک و مذہب

کو دین نہ سمجھا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ہی دینِ اسلام کے اندر مختلف مذاہب و مسالک ہیں۔ لہذا ان کے مابین اختلافات کو حق و باطل کی جنگ نہیں سمجھا جائے۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ مذاہب و مسالک کے مابین اختلافات کی وجہ سے کسی مسلک یا مذہب پر تکفیر کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو اشتعال دلایا جائے۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اختلافات کو علمائے کرام کی حد تک علمی سطح تک رکھا جائے اور انہیں عوام کے سامنے نہ لایا جائے۔ پانچوں نکتہ یہ ہے کہ عوام الناس اپنے مسلک کے ثقہ بند اور متقی علما کی رائے کا اعتبار کریں۔ چھٹا نکتہ یہ ہے کہ مسالک و مذاہب کے مابین بیشتر امور مشترکہ ہیں لہذا انہی مشترکات کو موضوع بحث بنائیں اور ایک دوسرے کو قریب لائیں۔ ساتواں نکتہ یہ ہے کہ جمعہ، عیدین اور دیگر مواقع پر منبر و محراب سے فرقہ وارانہ گفتگو سے بچیں اور اصلاحی خطبات کا اہتمام کریں۔ آٹھواں نکتہ یہ ہے کہ مساجد کو بلا تخصیص مذہب و مسلک عوام کی دینی تعلیم و رہنمائی کے لیے استعمال کیا جائے اور عصری تعلیمی اداروں کے طلبا اور نوجوانوں کو مسجد کے ماحول سے جوڑنے کا اہتمام کیا جائے۔ اور مقامی مستحقین کی بھرپور امداد کی جائے۔ نواں نکتہ یہ ہے کہ کسی مسلک و مذہب کی مساجد پر قبضے کی کوشش اور فرقہ واریت پھیلانے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ دسواں نکتہ یہ ہے کہ مدارس میں بنیادی زور دین کی تعلیمات پر ہو نہ کہ اپنے مسلک کی برتری پر، اور طلباء کے سامنے بھی مشترکات کو ابھارا جائے اور مسالک و مذاہب کے مابین ہم آہنگی کو بنیادی نصاب میں رکھا جائے۔ گیارہواں نکتہ یہ ہے کہ اساتذہ کرام دوران تدریس اپنے مسلک کو حق و دوسرے کے مسلک کو باطل قرار دینے کی روش سے اجتناب کریں۔ بارہوں نکتہ یہ ہے کہ مدارس میں سب اساتذہ و طلبہ کا ایک ہی مسلک سے ہونے کی شرط کو ختم کیا جائے۔ تیرہواں نکتہ یہ ہے کہ دینی مدارس میں عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے انتظامات کیے جائیں۔ چودھواں نکتہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ ملکی و معاشرتی مسائل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حل کر سکیں۔ پندرہواں نکتہ یہ ہے کہ علماء معاشرے میں بڑھتے ہوئے اخلاقی بگاڑ کو ختم کریں اور جدید تعلیم اور میڈیا کی اصلاح کریں۔ سولہواں نکتہ یہ ہے علمائے کرام معاشرے میں فلاحی سرگرمیوں کو فروغ دیں۔ تاکہ عوام کا علماء پر اعتماد و بھروسہ ہو۔ سترہواں نکتہ یہ ہے کہ مسلک کی بنیاد پر سیاسی جماعتیں بنانے کے بجائے نفاذ شریعت کے متفقہ پروگرام پر جمع ہو کر ایک تحریک کی صورت میں کام کریں۔ اور آخری نکتہ یہ ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں اپنی نشستیں جیتنے کے بعد آپس میں محاذ آرائی سے بچیں یہ محاذ آرائی دین اور عوام الناس کی دین سے دوری کا سبب بنتا ہے[23]۔

درجہ بالا کوششوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ متفرق مکاتب فکر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے متفق ہیں بلکہ قیام پاکستان سے اب تک کی تاریخ میں ان کا مشترکہ طور پر جدوجہد کرنا اس دعوے کا عملی ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی تمام رکاوٹوں کو دور فرمائے۔

حواشی و مصادر

---

[1] شیر کوٹی، محمد انوار الحسن، پروفیسر، خطبات عثمانی، اشاعت اول1972ء، مطبع، تعلیمی پریس لاہور، ، ناشر، نذر سنز لاہور، ص372

[2] The Constituent Assembly of Pakistan Debates, Official Report, Volume V, 1949, Monday March 07,1949,p.2

[3] The Constituent Assembly of Pakistan Debates, Official Report Volume V, 1949,Wednesday, March 09,1949,p.44-45

[4] Ibid,p.48

درجہ بالا وزیر اعظم لیاقت علی خان اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقاریر کا ترجمہ محولہ بالا "خطبات عثمانی از شیر کوٹی" سے لیا گیا ہے۔

[5] یوسف:12/40

[6] الحج:22/41

[7] تھانوی، احتشام الحق، مولانا، ماہنامہ چراغ راہ، کراچی "اسلامی مملکت کے بنیادی اصول" جلد4، شمارہ3، مارچ1951ء، مرتب نعیم صدیقی، ناشر، دفتر چراغ راہ کراچی۔ ص۔47، 48، 43، 25

[8] ماہنامہ چراغ راہ، کراچی "دستوری رپورٹ پر علمائے پاکستان کا تبصرہ اور ترمیمی تجاویز" جلد6، شمارہ2، فروری1953ء مرتب: نعیم صدیقی، ناشر، دفتر چراغ راہ کراچی، ص2۔5

[9] ایضاً:ص6۔16

[10] ترمذی، سید عبد الشکور، مولانا، تذکرہ الظفر (سوانح حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی) بار اول1977ء، طابع وناشر، المطبع الاسلامیالسعودی مزنگ چونگی لاہور ص419-420

[11] سنن الترمذی، ص420۔421

[12] ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی، جولائی واگست2009ء، دستور پاکستان نمبر، جلد نمبر11، شمارہ7، 8، سلسلہ نمبر108، 109، شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی

[13] Assembly Debates, National Assembly of Pakistan, Sunday, June 30, 1974,p.1298

[14] Ibid.,p.1302

[15] Ibid.,p.1306-1307

[16] اس اجلاس کی تفصیلی روداد قومی اسمبلی کے اجلاس بروز جمعہ 23 /اگست1974ء کی اسمبلی مباحث بعنوان قادیانی ایشو کے حوالے سے کامرہ میں منعقد کیا گیا تھا، میں پڑھی جا سکتی ہے (باحث)

[17] اس اجلاس کی تفصیلی روداد قومی اسمبلی کے اجلاس بروز ہفتہ 24 /اگست1974ء کی اسمبلی مباحث بعنوان قادیانی

ایشو کے حوالے سے کامرہ میں منعقد کیا گیا تھا، میں پڑھی جا سکتی ہے (باحث)

[18] National Assembly of Pakistan, Official Report, No. 21, the manager, printingcorporation of Pakistan press, Islamabad ,Saturday, Sep, 1974,p.3077-3078

[19] اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد، اسلامی نظام حکومت کے بارے میں دستوری سفارشات،، جون 1983ء، پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اسلام آباد، ص1-3

[20] ایضاً: ص22-23

[21] بین المسالک ہم آہنگی اور افہام و تفہیم کی حکمتِ عملی، مرتبین: ڈاکٹر معصوم زئی، طالب حسین سیال وغیرہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، اپریل2015ء، ص157-158

[22] ماہنامہ الشریعہ، جلد23، شمارہ2، فروری2012ء، الشریعہ اکیڈمی گوجرنوالہ، ناشر: حافظ محمد عبد المتین خان زاہد، ص9-14

[23] اتحاد بین العلماء والمسالک کے بارے میں 23 علمائے کرام کے متفقہ 18 نکات (2013ء)، ملی مجلس شرعی، لاہور، نومبر 2015ء، ص17-20